۳۔ "یسّروا ولا تعسّروا وبشّروا ولا تنفّروا" [بخاری العلم باب ۱۱ ح ۶۹ عن أنس] "آسانیوں سے آگاہ کرو اور الجھن میں نہ ڈالو اور خوشخبری دیا کرو، متنفر نہ کیا کرو۔" **پھر حدیث ام ابن مکتوم رضی اللہ عنہ کا کیا پس منظر ہے؟!**

عمرو/عبد اللہ بن زائدۃ القرشی العامری المعروف: ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ (ت ۲۳ھ) قدیم الاسلام جلیل القدر صحابی تھے، اور نابینا تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے غزوہ بدر کے موقع پر انہیں مدینہ میں اپنا جانشین بنایا اور ایک روایت کے مطابق غزوہ بنی سلیم میں بھی۔ [الانتصار ص: ۳۷۹] آپ وہ عظیم شخصیت ہیں جن کی مخلصانہ شکایت "**واللہ لو أستطیع الجھاد لجاھدت**" پر رب ذوالجلال نے ﴿**لا یستوی القٰعدون من المؤمنین...... والمجٰھدون فی سبیل اللہ**﴾ کے درمیان ﴿**غیر أولی الضرر**﴾ نازل فرمایا۔ [النساء ۹۵، بخاری التفسیر باب ۱۸ ح ۴۵۹۲ - ۴۵۹۴] یہ آپ کے جذبہ نصرتِ دین کی صداقت اور بلند عزم وہمت کی **واضح دلیل** ہے اور بارگاہِ الٰہی میں مجاہدین فی سبیل اللہ سے فضل وشرف میں پیچھے نہ ہونے کا قرینہ بھی۔

آپ رضی اللہ عنہ کے واقعے اور حدیث عتبان رضی اللہ عنہ کے درمیان موازنہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کے فضائل اور بلندی ہمت کے پیش نظر رسول اللہ ﷺ نے خاص آپ کو انفرادی وذاتی طور پر ہر مشقت برداشت کرکے جماعت میں حاضر ہونے کا حکم فرمایا تھا۔ واللہ أعلم ﴿**ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشآء**﴾

ملاحظہ نمبر ۴: "**حنبلی علمائے کرام کے اقوال**" کے ضمن میں شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ اور امام ابن القیم رحمۃ اللہ علیہما کے بیانات پیش کیے ہیں۔ (صفحہ ۲۴۱-۲۴۵)

❁ ان دونوں عظیم ہستیوں کو "حنبلی" کے بجائے "دیگر اکابر علماء" کے ساتھ شامل کیا جاتا تو بہتر ہوتا۔ اگرچہ کسی مرحلے میں وہ حنبلی رہے ہوں گے، لیکن تقلید کی قید سے امت اسلامیہ کو رہائی دلانے میں ان کا خاصا اثر رسوخ رہا ہے۔ جزاھما اللہ خیراً

ملاحظہ نمبر ۵: **باجماعت نماز رہ جانے کے باوجود مسجد جانا** (صفحہ ۲۷۳)

❁ اس جگہ یہ حدیث بیان کرنا چاہیے تھا: "رسول اللہ ﷺ نے رمضان میں قیام اللیل کی امامت کرنے کے بعد فرمایا: "**فصلّوا أیھا الناس فی بیوتکم، فإن أفضل الصلاةِ صلاة المرء فی بیتہ إلا المکتوبة**" [بخاری کتاب الأذان باب ۸۱ صلاة اللیل ح ۷۳۱، کتاب الأدب باب ۷۵ ح ۶۱۱۳، الاعتصام باب ۳ ح ۷۲۹۰، مسلم صلاة المسافرین ح ۲۱۳ عن زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ۶۹/۶] "لوگو! اپنے گھروں میں (نفل) نماز پڑھا کرو، یقیناً فرض کے علاوہ آدمی کی گھر والی نماز زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔"

اس حدیث میں فرض نماز - جماعت کی شرط کے بغیر بھی - مسجد میں افضل قرار دی گئی ہے۔ واللہ أعلم ❁❁

ماہ دسمبر کی دلخراش یادیں

الشیخ عبدالرشید صدیقی رحمۃ اللہ علیہ

جب بھی دسمبر کا مہینہ آتا ہے تو ماضی میں اس ماہ میں رونما ہونے والے ہولناک حادثات و واقعات کی دلخراش یادیں تازہ ہو جاتی ہیں، دل افسردہ ہو جاتا ہے اور رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

ماہ دسمبر 1971ء میں مملکت پاکستان دولخت ہو گیا۔ پلٹن میدانِ ڈھاکہ میں دنیا کی بہترین تربیت یافتہ فوج ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہو گئی، اور یہ سب ہمارے سیاستدانوں اور فوج کے اعلیٰ آفیسروں کی غلط پالیسیوں اور خودغرضانہ سیاست کی وجہ سے رونما ہوا۔ ورنہ مسلمانانِ بنگال ہی تو تھے جنہوں نے سب سے پہلے قرارداد پاکستان کی کھل کر حمایت کی تھی۔ وہاں کے صف اول کے سیاستدان پاکستان کے بنانے میں پیش پیش تھے، مگر پاکستان کے حکمران مسلم بنگال کو سنبھال نہ سکے۔ انہیں دوسرے درجے کے شہری سمجھنے لگے۔ ڈھائی ہزار میل دور واقع مشرقی پاکستان کے باشندوں کو محکوم بنالیا اور مغربی پاکستان کے سیاسی و فوجی حکمران اور بیوروکریٹ حاکم بن بیٹھے۔ یوں دھیرے دھیرے بنگال کے لوگ شاطر ہندؤں کے جال میں پھنستے چلے گئے اور نتیجہ ملک ٹوٹنے پر منتج ہوا۔ یہاں تک کہ ہمیں اندرا گاندھی کا یہ زہر آلود طعنہ بھی سہنا پڑا کہ

"ہم نے دو قومی نظریہ بحیرہ عرب میں ڈبو دیا ہے۔"

حالانکہ بنگال کے عوام اور سیاستدان دو قومی نظریے کی بنیاد پر تقسیم ہند کی وکالت میں پیش پیش تھے، مگر "ایں ہمہ آوردہ تست" کے مصداق ہماری ناعاقبت اندیشی کی بدولت مسلمانانِ پاکستان 1947ء کی خون آشام تقسیم کے بعد دوسری مرتبہ بے شمار مصائب و آلام سے دوچار ہو گئے، لاکھوں کی عزت و دولت لٹ گئی، بے گھر ہونے والوں کا حساب نہیں۔ کچھ تو تاحال پاکستانی ہونے کے جرم میں موجودہ بنگلہ دیش کے کیمپوں میں سڑ رہے ہیں۔ نوے ہزار فوجی اور سول ہندوستانی کیمپوں میں پہنچا دیے گئے۔ اور یہی حالات مغربی پاکستان میں کشمیر کے محاذوں پر رونما ہو رہے تھے۔ چھمب، جوڑیاں سے لیکر کارگل سیکٹر اور موجودہ سیاچن گلیشیئر کے جنوب میں واقع نوبرا سیکٹر خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

راقم کا تعلق بھی اسی سیکٹر سے ہے، لہٰذا یہ مضمون قلبی تلاطم خیزی کا اظہار نا تمام بھی ہے، کہ عرصہ 37 سال سے ہزاروں لوگ بے خانماں ہو کر کرب واذیت سے دوچار ہیں۔☆ ماں باپ اولاد سے بہنیں بھائیوں سے، بیوی شوہر سے، اسی طرح لوگ دیگر رشتہ داروں اور اہل محلہ و گاؤں کے لوگ ایک دوسرے سے کٹے ہوئے ہیں۔ چونکہ کشمیر سٹیٹ سے باہر جتنے محاذ جنگ ہیں وہ اکثر ناردرن ایریاز بلتستان کے مختلف علاقوں میں واقع ہے۔ جن میں کارگل و نوبرا محاذ خاص طور پر معروف ہیں۔

☆ یہ مضمون سابقہ مدیر التحریر۔ رحمۃ اللہ علیہ۔ کی ذاتی فائل سے برآمد ہوا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ ۲۰۰۸ء میں لکھا گیا تھا۔

(مدیر مجلہ التواث)

دسمبر 1971ء میں انہی محاذوں سے بھی پاکستانی فوج سرنڈر ہوگئی۔ کئی گاؤں چھوٹ گئے۔ کچھ علاقوں سے تقریباً مکمل انخلا ہوگیا اور کچھ علاقوں سے جزوی انخلا ہوا۔ اور سینکڑوں کی تعداد میں لوگ وہاں پھنس گئے کہ اُس وقت تقریباً بارہ ہزار نفوس بے گھر ہو کر بلتستان کے مختلف علاقوں میں پناہ لے چکے تھے۔

شروع میں حکومت نے کچھ کھانے پینے کی اشیاء فراہم کیں، مگر مستقل بنیاد پر کہیں بسانے اور ان کے بچوں کی تعلیم وصحت وغیرہ پر بالکل توجہ نہ دی گئی۔ یوں جس طرح بے گھر ہوئے تھے اسی طرح بے سہارا چھوڑ دیے گئے۔ یہ الگ بات ہے کہ مقامی لوگوں خاص کر ضلع سکردو وغیرہ میں اہل ثروت حضرات نے انہیں پناہ دینے میں بخل نہیں کیا۔ یوں یہ لٹے پٹے لوگ جہاں سینگ سمائے بیٹھ گئے۔ پیچھے وطن چھوڑ کر راستے میں بہت دکھ درد اٹھائے تھے، جو بھی ملا غنیمت سمجھا۔ بقول شیفتہ:

آئے ہیں ہم ایک پر آشوب صحرا دیکھ کر گاؤں بھی ہم کو غنیمت ہے کہ آبادی تو ہے

کشمیر سٹیٹ کے اندر آنے والے مہاجرین چاہے پرانے ہوں یا نئے، ہر مرد و زن، چھوٹے بڑے سب کے لیے ماہانہ وظیفہ مقرر ہے۔ بسانے کا بھی بندوبست ہے۔ مگر اس علاقے کے مہاجرین ......جس طرح علاقہ بے آئین ہے اسی طرح مہاجرین بھی حقوق انسانیت سے محروم ہیں۔ جبکہ یہ سارا علاقہ کہنے کو تو کشمیر کا حصہ ہے؛ مگر ہزاروں کی تعداد میں ان مہاجرین کی حالت 1971ء سے تا حال طویل عرصے میں بدلی نہیں، جبکہ دنیا کہیں سے کہیں پہنچ چکی ہے۔ البتہ حکومت نے یہ مہربانی کی ہے کہ سکردو کے قریب ایک وسیع میدان تقریباً چار سو گھرانوں کے لیے الاٹ کیا ہے؛ مگر آباد کرنے کے لیے پانی کا سرے سے بندوبست نہیں، مزید قریبی گاؤں والے اس پر اپنی چراگاہ ہونے کا دعوی کرتے رہے ہیں اور عرصے سے کیس بھی چل رہا ہے۔ گویا اس بے آب وگیاہ میدان میں سر پھوڑتے رہیں۔ جب انسان ہر طرف سے بے یار ومددگار ہوتا ہے تو بے مقصد ہاتھ پاؤں مارنے پر مجبور ہوتا ہے۔ مہاجرین کی طرف سے سرکاری فورم میں مطالبات پیش کیے جاتے ہیں تو اولاً شنوائی نہیں ہوتی بلکہ درخور اعتناء ہی نہیں سمجھے جاتے، اگر کبھی بات سنی جائے اور پتہ چل جائے کہ یہ لوگ مہاجر گروپ سے تعلق رکھتے ہیں تو بات ہاں ہوں میں ٹال دیتے ہیں، کیونکہ استحقاق کی بنیاد پر کوئی درخواست قبول نہیں ہوتی، إلا ماشاء اللہ یہاں تو سیاسی وعلاقائی پشت پناہی کی ضرورت کو اولیت دی جاتی ہے۔

اللہ اللہ کر کے بہت ساری تگ ودو کے بعد دو کروڑ روپے مذکورہ میدان کی سیرابی کے واسطے منظور ہوئے؛ مگر PWD کے اعلیٰ دماغ والوں نے آب رسانی کے لیے ایک مستقل حل تلاش کرنے کی بجائے دریا سے لفٹ کے ذریعے پانی نکالنے کا منصوبہ بنا کر ٹھیکہ پر دیا ہوا ہے جو پیسہ کھپانے کے لیے ایک وقتی حل تو ہوسکتا ہے؛ مگر دیرپا منصوبہ نہیں۔

آج بلتستان میں سدپارہ ڈیم کی تکمیل سے ہزاروں ایکڑ رقبہ سیراب ہونے کی نوید سنائی جارہی ہے۔ اس میدان کی آبادکاری کا بذریعہ واٹر چینل بندوبست ہوسکتا ہے۔ بس انسانی ہمدردی واخلاص عمل کی ضرورت ہے۔ اس لیے